جناب اختر راہی بی اے

اسلامی ریاست میں

غیر مسلم اقلیّت کے حقوق

احمد آباد کی مسلم اقلیّت پر کیا گزری ؟ ـــ وہ ایک غیر اسلامی ریاست کی تصویر ہے ۔

" اسلامی ریاست " اصول و مقاصد کے لحاظ سے ایک نظریاتی ریاست ہے جو اپنی آبادی کو ریاست کے اساسی نظریہ کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے ۔ آبادی کا وہ حصہ جو ریاست کے اساسی نظریہ پر یقین و ایمان رکھتا ہے اور اسی مقصد کی خاطر اپنی زندگی وقف کئے ہوتا ہے مسلم کہلاتا ہے ۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو ریاست کے بنیادی نظریئے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ریاست ہی انہیں اس پر مجبور کرتی ہے ۔ غیر مسلم یا " ذمی " کہلاتے ہیں ۔

موجودہ دور کی لادینی ریاستوں کا انحصار ملک و منصب پر ہے اور ایک خطۂ زمین پر بسنے والوں کو ایک قوم تصور کیا جاتا ہے ، لہٰذا جو بھی ایک ریاست کا شہری ہے ، یکساں حقوق و مراعات کا حقدار ہے ، یہ ریاستیں کسی مخصوص تصورِ حیات اور عالمگیر پیغام کی حامل نہیں ہیں ۔ ان کے لئے یہ امر کوئی معنی نہیں رکھتا کہ کوئی رام رام جپتا ہے یا اللہ اللہ کرتا ہے یا نعوذ باللہ خدا کا جنازہ ہی نکال دیتا ہے ۔

ان لادینی ریاستوں کے شہریوں کی کثیر آبادی " دین " کو اپنی زندگی کا ضابطۂ حیات بھی تو تصور نہیں کرتی ، ان کے خیال میں مذہب فرد اور خدا کا پرائیویٹ معاملہ ہے ، جو گرجا گھر تک محدود ہے ، عام زندگی میں مذہب کو مداخلت کا حق نہیں ہے ۔ میکیاولی نے اگر سیاست کو دین سے الگ کیا تو لوتھر نے دین کو سیاست سے الگ کر کے اس تصور کو پختہ کر دیا ۔

ان لادینی عوامل کے باوجود سیکولر سٹیٹ (SECULER STATE) اپنی آبادی کو گروہوں میں تقسیم کرتی ہے اور یہ گروہ " اکثریت " اور " اقلیت " کہلاتے ہیں ۔ ان جمہوری ریاستوں میں قوم کو حاکمیت کا اختیار حاصل ہوتا ہے ، لیکن عملاً تمام اختیارات اکثریت کے قبضہ میں ہوتے ہیں ، اور

"اقلیت" شور مچانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی، موجودہ دور کی مغربی اقوام کا یہ فریب کھل چکا ہے، کہ کاغذ پر تو یکساں حقوق دئیے گئے ہیں، لیکن عملی دنیا میں اقلیت ان حقوق سے بے بہرہ ہے، اور جو حقوق اقلیتوں کو دئیے گئے ہوتے ہیں، انہیں اکثریت کا عطیہ سمجھا جاتا ہے، اس کے برعکس اسلامی ریاست میں اس منافقانہ طرزِ عمل کی بجائے پہلے ہی مرحلے پر واضح کر دیا جاتا ہے کہ غیر مسلم اور مسلم کو یہ اور یہ حقوق حاصل ہیں۔ اکثریت یعنی مسلم، غیر مسلموں کے حقوق کم کرنے کے مجاز نہیں، بلکہ ان پر دین فرض ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کی طرف سے دیئے گئے حقوق غیر مسلم رعایا کو حاصل رہیں۔

اسلامی قانون کی رو سے تمام غیر مسلموں کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جاتا بلکہ ان میں امتیاز برتا جاتا ہے، اس ضمن میں تین اہم طبقات ہیں۔

۱۔ معاہدین:۔ وہ غیر مسلم رعایا جو معاہدے کے تحت اسلامی حکومت میں شامل ہوئی۔

۲۔ مفتوحین:۔ وہ غیر مسلم رعایا جو اسلامی فوجوں سے آمادہ جنگ ہوئی اور میدانِ جنگ میں شکست کھانے کے بعد لاچار ہو کر اطاعت قبول کی۔

۳۔ عام غیر مسلم:۔ یعنی ایسی غیر مسلم آبادی جو صلح و جنگ کے علاوہ کسی صورت میں اسلامی حکومت کی حدود میں آباد ہے۔

ان تینوں اقسام کے غیر مسلموں کو اہل فقہ ایک جامع لفظ "ذمی" سے موسوم کر دیتے ہیں لیکن ان کے حقوق میں اپنی نوع کے لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے۔

معاہدین کے ساتھ معاملات معاہدے کے مطابق ہوں گے اور مسلمان عند اللہ و عند الناس اسکے پابند ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم کسی قوم سے لڑو اور اس پر غالب آجاؤ اور وہ قوم اپنی اور اپنی اولاد کی جان بچانے کے لئے تمہیں خراج دینا منظور کرے۔ (ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تم سے صلح کرے) تو پھر بعد میں اس مقررہ خراج سے ایک حبہ بھی زائد نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لئے ناجائز ہے۔" (ابوداؤد ۔ کتاب الجہاد)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو معاہد پر ظلم کرے گا قیامت کے روز میں خود اس کے خلاف مستغیث ہوں گا۔ (کتاب الجہاد ۔ ابوداؤد)

دورِ نبوت اور خلافتِ راشدہ میں ذمیوں سے کئی معاہدے ہوئے۔ یہ دور تاریخ اسلام کا سنہری دور ہے جس میں عدل و احسان کا دور دورہ تھا، اور اسلام سیاسی و معاشی پہلوؤں پر مکمل طور پر چھایا

ہوا تھا، حیرہ ، بحرین ، دومۃ الجندل ، اذرح ، مصر اور خراسان کے غیر مسلموں سے کئے گئے معاہدے اسی یادگار دور کی یادگار ہیں۔ چنانچہ علامہ ابوعبید قاسم "کتاب الاموال" میں معاہدین کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ان کے ساتھ (معاہدین کے ساتھ) ان شرائط کے مطابق معاملہ کیا جائیگا جو معاہدے میں طے پا چکی ہیں، ان کی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔"

ایک قابل ذکر معاہدہ اہل فدک سے ہوا جس میں قرار پایا :

"یہ لوگ، (اہل فدک) آزاد ہوں گے اور اپنی نصف زمین اور آدھے نخلستان کے مالک ہوں گے اور رسول اللہ (اسلامی حکومت) کے لئے ان کی زمین اور نخلستان کا آدھا حصہ ہوگا۔"

حضرت عمرؓ نے جب ان لوگوں کو فدک سے نکالا تو زمینوں اور نخلستانوں کی قیمت ادا کی، ان لوگوں سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔

نصارٰی بنی تغلب سے عہد فاروقی میں معاہدہ ہوا، چونکہ بنی تغلب عرب تھے اور جزیہ ادا کرنا کسرِ شان خیال کرتے تھے۔ مویشی وغیرہ نہیں پالتے تھے، البتہ کھیتی باڑی پر گزر اوقات تھی، ان پر جزیئے کی بجائے صدقہ مقرر کیا گیا اور اس کی مقدار اصل شرعی مقدار سے دگنی رکھی گئی۔

نصارٰی بنی تغلب سے کئے گئے معاہدے سے دو باتیں عیاں ہیں کہ بعض اوقات جزیہ معاف بھی ہو سکتا ہے، بشرطیکہ بیت المال پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو۔ بعض گروہوں کی تالیف قلب اور انہیں دشمنوں کے لئے مفید مطلب ہونے سے بچاؤ کی خاطر نرم شرطیں بھی قبول کی جا سکتی ہیں۔

اہلِ نجران سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا جس میں اہل نجران کو درج ذیل حقوق و مراعات دیں :۔

۱۔ اہلِ نجران کے مذہب میں مداخلت نہ کی جائیگی، کسی پادری کو منصب سے ہٹایا جائے گا اور نہ کسی راہب سے تعرض کیا جائے گا۔

۲۔ اہلِ نجران کی ملکیت سے تعرض نہ ہوگا۔

۳۔ زمانہ جاہلیت کے کسی خون یا الزام کے بارے میں مطالبہ نہ ہوگا۔

۴۔ اہل نجران سے محصول جنگی نہ لیا جائے گا۔

۵۔ بیرونی حملہ آوروں سے مدافعت کی جائے گی۔

۶۔ ہر شخص خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا۔ کوئی دوسرا نہیں۔

۵۔ ان کے ساتھ بے لاگ انصاف ہوگا۔

ان حقوق و مراعات کے عوض اہل نجران نے اپنے ذمہ مندرجہ ذیل فرائض لیے۔

۱۔ سالانہ دو ہزار حلے (ایک حلہ دو یمنی چادروں پر مشتمل ہوتا تھا۔) دیں گے۔ ایک ہزار رجب میں اور دوسرا ہزار صفر میں۔ اور ہر حلے کی قیمت ایک اوقیہ (چالیس درہم یا ہمارے سکے کے مطابق دس روپے) محسوب ہوگی۔

۲۔ اسلامی حکومت کے جو نمائندے نجران جائیں گے، بیس روز تک ان کی میزبانی اہل نجران کے ذمے ہوگی اور نمائندوں کو حق کی تحصیل کے سلسلے میں ایک ماہ سے زیادہ نہیں روکا جائے گا۔

۳۔ جنگ کی صورت میں تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ بطور عاریت دیں گے جو سامان اسلامی ریاست عاریتاً لے گی، اس میں سے جو ضائع ہوگا اس کی ضامن ریاست خود ہوگی۔

یہ معاہدہ اہل نجران سے ہے جو سود نہیں کھائیں گے اور ذمہ داریاں نبھاتے رہیں گے۔

نقض معاہدہ :- اگر کبھی معاہدین ریاست کی سلامتی کے لئے خطرہ بن جائیں، دوسری ریاستوں سے ساز باز کرنے لگیں اور در پردہ اسلامی ریاست کی تباہی کے منصوبے بنا رہے ہوں تو معاہدہ کالعدم ہو جائے گا۔ اور اسلامی ریاست ان لوگوں کو سزا دے گی۔ خلافت فاروقؓ میں "عرب السوس" کے معاہدین کے بارے میں جب معلوم ہوا کہ وہ اسلامی ریاست کے وجود کیلئے باعث خطرہ ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے سامنے دو شرائط رکھیں۔

۱۔ اپنی ہر بکری، ہر اونٹ اور ہر شے کے عوض دوگنی لے لو اور ترک وطن کر جاؤ ---- یا

۲۔ معاہدہ کالعدم ہے اور سال کے بعد نکال دئے جاؤ گے۔

انہوں نے پہلی صورت پر عمل کیا اور دگنی مالیت لیکر اسلامی ریاست کو چھوڑ گئے۔

مفتوحین یا اہل عنوۃ کے حقوق فقہاء نے واضح طور پر ترتیب دئے ہیں۔

۱۔ جب امام ان سے جزیہ وصول کر لیتا ہے تو ان کی جان و مال، عزت و عصمت اور مذہب محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کو لکھا تھا:

"جب تم ان سے جزیہ قبول کر لو تو تمہیں ان پر دست درازی کا حق حاصل نہیں"

(کتاب الخراج)

۲۔ جزیہ کی مقدار ان کی مالی حالت کے مطابق وصول کی جائیگی۔ امیروں سے زیادہ اور غریبوں سے کم۔ اور اگر کوئی ذمی اس قدر غریب و مفلس ہو کہ جزیہ ادا نہ کر سکتا ہو تو اس پر سے جزیہ ساقط ہو سکتا ہے۔

۲- جزیہ صرف ان لوگوں پر عائد ہوگا جو اہل قتال میں یعنی فوجی خدمات انجام دینے کے اہل ہیں۔ غیر اہل قتال یعنی عورتوں، دیوانوں، راہبوں، خانقاہوں کے پجاریوں اور از کار رفتہ لوگوں پر جزیہ نہیں ہوگا، ایسے بیمار جن کی بیماری ایک سال سے زائد ہو جائے، جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دئے جائیں گے۔

۴- معابد اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی۔

اب اہل ذمہ کے عام حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ذمیوں کے عام حقوق ۱- حفاظت جان ـــ اسلام نے جو تصور انسانیت پیش کیا ہے اس میں انسانی جان کی اہمیت قرآن کی آیت سے ظاہر ہے،

"جس نے ایک فرد کو قتل کیا اس نے انسانیت کو تہ و بالا کر دیا، اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے انسانیت کو بچایا۔" (پ۶ - البقرہ)

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ بالحق۔ (بنی اسرائیل - ۳۳) "قتل نفس کا ارتکاب مت کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، مگر حق کے ساتھ۔"

اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ ہر انسان کو اس حق سے برابر استفادہ کا موقع دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ذمی کے خون کی قیمت اور دیت مسلمان کے خون کے برابر ہے جسطرح مسلمانوں کے قاتل کا قصاص ضروری ہے، اس طرح ذمی کے قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کر دیا جس کے بدلے میں قاتل سے قصاص لیا گیا۔ (الفاروق - شبلیؒ)

طبرانی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک مسلم لایا گیا جس نے ایک ذمی کو قتل کیا تھا، تحقیق سے اس پر الزام ثابت ہو گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا بعد میں مقتول کے بھائی نے آکر کہا کہ میں نے قاتل کو معاف کیا حضرت علیؓ نے فرمایا "شاید انہوں نے تجھے ڈرایا دھمکایا ہو" اس نے کہا: نہیں اب تو مجھے میرا بھائی ملنے سے رہا اور ان لوگوں کی پیشکش میں نے قبول کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس بات کا تمہیں اختیار ہے، ورنہ ہم لوگوں کے ذمہ ہے کہ تمہارے خون ہمارے خون کے برابر ہیں۔ اور ان کی دیت (خون بہا) ہماری دیت کے برابر۔

۲- عزت و ناموس کی حفاظت ـــ ذمی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا پیٹنا یا اسکی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز ہے جسطرح مسلمان کے حق میں یہ افعال ناجائز ہیں۔

کیمبرج کے پروفیسر وگری (WIDGERY) لکھتے ہیں:

Islam is the religion of peace which comes by submission of God. [1]

اگر کوئی ذمی جزیہ ادا کرنے سے انکار کردے اور معاہدہ توڑ ڈالے تو اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔

ماوردیؒ رقمطراز ہے:

"اگر کوئی ذمی جزیہ کی عدم ادائیگی کے ذریعے معاہدہ توڑ دے تو اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ جائیداد سے محروم کرنا، اس کے بچوں کو ہتھیا لینا قانون کے مطابق نہیں۔ جب تک وہ خونریزی پر اتر نہ آئے ..... ایسے معاہدہ توڑنے والوں کو ریاست چھوڑ دینے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔" (احکام السلطانیہ)

پروفیسر آرنلڈ لکھتا ہے:

"جزیہ کے محصلین کو نرمی برتنے کی تلقین کی جاتی ہے اور تندخوئی سے روکا جاتا ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں جسمانی سزا سے منع کیا جاتا ہے۔" (اشاعتِ اسلام ص۵۳)

اسلامی حکومت نے بھاری ٹیکسوں کی بجائے موزوں اور مناسب ٹیکس "جزیہ و خراج" عائد کئے، ایرانی اور بازنطینی حکومتوں نے کسانوں پر بھاری ٹیکس عائد کر رکھے تھے، لیکن اسلامی حکومتوں نے انکا یہ بوجھ ہلکا کر دیا۔ پروفیسر بٹلر لکھتا ہے:

"There is no reason for discrediting the plain statement of the muslim historians that upon the muslim conquest, the burden of Taxation was lightened. .... Arab rule brought the Egyptians a great relief of Taxation." (Arab Conquest of Egypt - P.453 [2]

---

[1] ترجمہ:- اسلام دین امن ہے جو خدا کی اطاعت و تسلیم سے قائم ہوتا ہے۔

[2] ترجمہ:- مسلمان مورخین کے اس واضح بیان کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی فتوحات سے محاصل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا ...... عرب حکمرانی، مصریوں کے لئے محاصل میں ایک راحت ثابت ہوئی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں ہرکولیس رومی نے ایک ٹڈی دل جمع کیا اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے دستوں کو روکنا چاہا۔ اس موقع پر مسلم جنرل ابو عبیدہ نے شام کے ذمیوں کو لکھا :

"ہم تمہیں وہ رقم واپس کرتے ہیں جو تم سے حاصل کی تھی چونکہ ہم نے سنا ہے کہ ایک مضبوط فوج ہمارے خلاف آگے بڑھ رہی ہے۔ چونکہ ہمارے درمیان معاہدہ یہ ہے کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے، اور یہ اب ہمارے بس میں نہیں ہے، لہذا رقم واپس کرتے ہیں۔ اور اگر ہم کامیاب ہوئے تو پہلے جیسا ہی معاہدہ رہے گا۔"

ابو عبیدہؓ کے اس خط پر عیسائیوں کا جو ردعمل ہوا آرنلڈ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :

"ابو عبیدہؓ کے اس خط پر عیسائیوں نے کہا " خدا تمہیں ہم پر دوبارہ حکومت عطا کرے اور آپ رومنوں پر فتح پائیں، وہ ہمیں کچھ بھی واپس نہ دیں گے۔ اور سب کچھ لے لیں گے جو ہمارے پاس ہے۔" (اشاعت اسلام ص۵۴ — آرنلڈ)

محمد بن قاسم ہندوستان وارد ہوا اور اپنی اعلیٰ انتظامی و عسکری صلاحیتوں کے طفیل ایک مسلم حکومت قائم کر دی، اہل ہند سے جزیہ وصول کیا۔ تاہم محمد بن قاسم کی وفات پر اہل سندھ نے آہ و زاری کی، اور اس کا مجسمہ بنایا۔ اشتراکی مؤلف ایم۔ این رائے لکھتا ہے :

Mohammad bin Qasim conqured Sindh with the active assistants of Jats and other agricaltural communities oppressed by the Brahmn rulers. [1]

(*Historical role of Islam P-96*)

غیر مسلم مؤرخین کی شہادتوں سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کو کس قدر آسائشات مہیا کیں اور ان کی عزت نفس کو کیا مقام دیا۔؟

۳۔ پرسنل لاء کی آزادی — اسلامی ریاست میں ذمیوں کو پرسنل لاء میں مکمل آزادی حاصل ہے، چاہے وہ اسلام کے بالکل مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً نکاح بلا مہر، عدت کے دوران میں شادی۔

---

[1] ترجمہ :۔ محمد بن قاسم نے جاٹوں اور دوسرے ان زرعی گروہوں کی مدد سے سندھ پر فتح حاصل کی جنہیں برہمن حکمرانوں نے شکنجوں میں کسا ہوا تھا۔

محرمات کے ساتھ نکاح، اگر وہ جائز تصور کرتے ہوں تو ان کے لئے یہ سب محرمات جائز ہونگے۔ ذمیوں کے لئے ایسا طرزِ عمل خلافت راشدہ میں جاری رہا ہے۔

اگر کسی مقدمے میں ایک فریق مسلمان ہو تو پھر مسلمانوں کے قانون کے مطابق عمل ہوگا، مثال کے طور پر اگر ماوردی کا مسلمان خاوند فوت ہو جائے تو اُسے نکاح بلا عدت کی اجازت نہ ہوگی لکھتا ہے:

"اگر غیر مسلم رعایا اپنے مقدمات اپنے سرگروہ کے پاس لے جائے تو انہیں اجازت ہے۔" (الاحکام السلطانیہ)

۴۔ آزادیٔ مذہب — اسلامی ریاست کی حدود میں ہر فرد کو مذہبی آزادی حاصل ہے، اسلام کا اصول ہے: لا اکراہ فی الدین۔ (بقرہ) یعنی دین میں جبر و اکراہ نہیں — ذمی اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، انکی مذہبی خانقاہیں اور معابد قائم رہتے ہیں، تہوار منانے میں کوئی پابندی نہیں، پروفیسر آرنلڈ نے تاریخ اسلام سے گرجا گھروں کی تعمیر کی کئی مثالیں پیش کی ہیں۔

۵۔ فوجی خدمات سے استثناء — ملک کی حفاظت کا ذمہ صرف مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے۔ ذمی رعایا صرف "جزیہ" ادا کرتی ہے، اگر ذمی خود اپنی خدمات پیش کریں تو وہ جنگ میں حدود ملک کی حفاظت کیلئے لڑائی میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جزیہ کی اصل حیثیت ہی فوجی خدمات سے استثناء کا ٹیکس ہے۔

مندرجہ بالا حقوق کے علاوہ موجودہ دور کے تقاضوں کے پیش نظر ذمیوں کو اسلامی ریاست یہ حقوق بھی دے سکتی ہے:

۱۔ حق رائے دہندگی — اسلامی ریاست کے خلیفہ یا سربراہ کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے اور صرف مسلمان ہی اسکی مشاورت کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ خلیفہ کی مجلس شوریٰ کی نمائندگی کسی ذمی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ البتہ پارلیمنٹ میں ان کے مسائل کے حل کے لئے نمائندگی دی جا سکتی ہے، لوکل باڈیز میں جہاں مقامی ضروریات میں انکی رائے ضروری ہو ان کے نمائندے شریک ہو سکتے ہیں۔

۲۔ ثقافتی خود اختیاری — ذمی گروہوں کو اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ باہم اپنی مجالس ثقافت و علم بنالیں اور اپنے مسائل اسلامی ریاست کے اہل حل والعقد کے سامنے پیش کریں۔ ■■

دیرینہ، پیچیدہ، روحانی جسمانی امراض کے خاص معالج | جمال شفاء خانہ رجسٹرڈ — نوشہرہ